یورپ اور اسلامی "دہشت گردی"

مسلم سجاد

""اسلام اور مغرب"" پر مغرب کے اخبارات میں ایسی تحریریں بھی آجاتی ہیں جو کسی نامہ نگار کے روشن ضمیر کی آواز ہوتی ہیں۔ اسلامی دہشت گردی کے بارے میں امریکی پالیسی پر یورپ کے مفادات کے حوالے سے دی انڈی پنڈنٹ (یکم اگست ۹۶) میں رابرٹ فسک (Robert Fisk) کا مضمون (Burying the Crusaders sword) مطالعہ کے لائق ہے' ہم اس سے ماخوذ یہ تحریر پیش کر رہے ہیں۔ (مدیر)

کیا آپ یقین کریں گے کہ ایک موقر یورپی اخبار' ایک مسلم عالم دین کو ہشت پا عفریت کے روپ میں پیش کرے جس کی عبا سے پنجے نکل کر پھیل رہے ہوں اور ساتھ کے مضمون کا عنوان ہو: اسلامی گینگرین (gangerene)۔ لیکن یہی ۹ مارچ کو فرانس کے روزنامے لی مانڈے نے کیا۔ کارٹون رونالڈ سیرلے نے بنایا تھا اور مضمون مارسیل گولڈ سٹائین کا تھا جو فرانس میں یہودی اداروں کی کونسل کا نائب صدر رہے۔ ابھی حال ہی میں امریکہ میں ٹرانس ورلڈ ایرلائنز کا جو طیارہ تباہ ہوا ہے' اس کے بارے میں ایک سیکورٹی کے ماہر نے کہا: ایران کی ہدایت پر سیکڑوں جنونی جنت میں اپنی منتظر حوروں کو رگیدتے ہوئے مشرق وسطیٰ سے چلے آرہے ہیں۔ اور یہ بات بالکل سنجیدگی سے گذشتہ جمعرات کے یروشلم پوسٹ میں نقل کی گئی جس میں دو مضمون نگاروں نے بطور امر واقعہ بیان کیا کہ ایرانیوں نے جہاز میں بم رکھا تھا۔

نفرت کی یہ زبان اور دہشت گردی اور جنون کا یہ تذکرہ محض صحافیانہ کہہ کر نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ ذرا تصور کریں کہ اگر ہیبرون میں ایک اسرائیلی کے ہاتھوں ۲۹ فلسطینیوں کے قتل کے بعد' اگر لی مانڈے میں یہودی گینگرین کے عنوان سے مضمون شائع ہوتا تو ہمیں ---- بالکل جائز طور پر ---- کتنا برا لگتا! حقیقت یہ ہے کہ اسرائیل کے بے گناہوں کو خون کا غسل دینے کے اس فعل کو کسی نے دہشت گردی تک قرار نہیں دیا' شاید اس لیے کہ یہ وہ دہشت گردی نہیں ہے جس کے خلاف امریکہ اور یورپ کو مہم چلانے کے لیے کہا جا رہا ہے۔

مغرب مشرق وسطیٰ میں اپنے حقیقی یا فرضی دشمنوں کے خلاف جو زبان استعمال کر رہا ہے، وہ یورپ کے لیے خطرہ بنتی جا رہی ہے۔ امریکی اور اسرائیلی ٹیلی ویژن اور پریس میں غصہ اور نفرت کے اظہار کے لیے اسلامی دہشت گردی' ایک روز مرہ کا لفظ بن گیا ہے۔ ہر دو جملوں کے درمیان یہ آجاتا ہے اور اسے استعمال کرتے ہوئے مذہب یا تاریخ کا لحاظ کرنے یا کسی قسم کے ثبوت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ شرم الشیخ میں سربراہ کانفرنس کے موقع پر، اور ابھی پچھلے ہفتے پھر، معلوم ہوتا ہے کہ صدر کلنٹن نے جیسے دوسری صلیبی جنگوں کا آغاز کر دیا ہے۔

بلاشبہ جب موت کے متمنی مجاہد، مغرب یا اسرائیل میں شہریوں کو ہلاک کرتے ہیں تو مغرب اور اسرائیل کے لاکھوں عوام یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوتے ہیں کہ اسلامی دہشت گردی ان کی دشمن ہے۔ شاید فدائی یہی بتانا چاہتے بھی ہوں، لیکن دوسری طرف جب بوسنیا کے سربوں نے بوسنیا کے مسلمانوں کو ذبح کیا اور عصمت دری کر کر کے علاقوں کی فتح کا اعلان کیا تو کسی نے ان کو عیسائی دہشت گردی کی علامت قرار نہیں دیا۔ لیکن یہ دوسری کہانی ہے۔

تشدد آمیز زبان کا استعمال پورے مغرب میں عام ہو گیا ہے اور اب بعض یورپی حکومتیں اس پر پریشانی محسوس کر رہی ہیں۔ کم سے کم ایک یورپی ملک کے وزیر خارجہ نے اپنے رفقا کار کو یہ تنبیہہ کرنا ضروری سمجھا کہ دہشت گردی کو جنون ہی نہیں، بے انصافی بھی جنم دیتی ہے۔ دہشت گردی کا لیبل لگا کر دراصل بے انصافی پر سوچ سمجھ کر پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔ اب جب کہ اسرائیلی انتخابات میں لیکوڈ پارٹی کی فتح نے امریکی اسرائیلی امن منصوبے کو زمین بوس کر دیا ہے، یورپ کے لیے نام نہاد اسلامی دہشت گردی کے خلاف امریکہ اور اسرائیل کی جنگ میں ساتھ دینا آخری ترجیح بھی نہیں ہونی چاہیے۔ اس کی ایک سیدھی اور صاف وجہ ہے۔ مشرق وسطیٰ میں امریکہ کے مفادلت واضح اور ظاہر ہیں: اسرائیل اور تیل۔ یورپ کے بھی مفادلت ہیں لیکن ایک اور بات ان سے زیادہ اہم ہے۔ مشرق وسطیٰ کی قومیں ہماری پڑوسی ہیں۔ انھیں کبھی بھی امریکہ کا پڑوسی نہیں بننا ہے۔ وہ ہمیشہ ہمارے پڑوسی رہیں گے۔

اس حقیقت کے احساس سے، یورپ مشرق وسطیٰ میں نسبتاً مختلف پالیسی کی طرف آہستہ آہستہ آ رہا ہے۔ یہ امریکہ کی مخالف پالیسی نہیں ہے لیکن امریکہ کو اشتعال دلا سکتی ہے۔ گذشتہ سال صدر کلنٹن نے نیویارک میں یہودیوں کے ایک اجتماع میں ایران پر جن پابندیوں کا اعلان کیا، یورپی ممالک نے اس میں ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ یورپی ممالک لڑائی کے بجائے بات چیت کی پالیسی اختیار کر رہے ہیں۔ گذشتہ اپریل میں فرانس کے وزیر خارجہ نے قانا پر اسرائیلی بمباری پر صدر شیراک کی ناراضی اسرائیل تک پہنچائی اور پھر اسرائیل اور حزب اللہ میں جنگ بندی کروانے میں کردار ادا کیا۔ پھر

جولائی کے شروع میں جرمنی نے، جس کی ایران سے بات چیت اقتصادی طور پر اس کے لیے یورپی ممالک کے مقابلے میں زیادہ مفید رہی ہے، جنوبی لبنان کی جنگ میں قیدیوں اور لاشوں کے تبادلہ میں اہم کردار ادا کیا۔ کچھ دوسری علامات بھی یورپ کے اس رویے کو ظاہر کر رہی ہیں۔ یہ احساس بڑھ رہا ہے کہ اسرائیل کی ہر قیمت پر حمایت کی امریکی پالیسی کے نتیجے میں لاکھوں عرب مغرب سے بددل ہوتے جا رہے ہیں۔ امریکہ اور اسرائیل سے بہت پہلے ۱۹۸۰ میں اعلان وینس میں یورپ نے یہ تسلیم کیا تھا کہ امن مذاکرات میں پی ایل او کو شامل کرنا چاہیے جب کہ امریکہ اور اسرائیل اسے دہشت گرد قرار دے رہے تھے۔ ایسے وقت میں جب کہ کارٹر کو اقوام متحدہ میں امریکی سفیر کو صرف اس لیے فارغ کرنا پڑا تھا کہ اس نے پی ایل او کے نمایندے سے نجی ملاقات کر لی تھی، یورپی نمایندے یاسر عرفات کے نمایندوں سے کھلے عام مل رہے تھے۔ ۱۹۸۴ میں پیرس میں یورپ کے وزرائے خارجہ نے فلسطینیوں کے حق خود ارادیت کی حمایت کی تھی۔ ۱۹۸۷ میں یہی وزرائے خارجہ مقبوضہ علاقوں میں بہتر حالات کا مطالبہ کر رہے تھے۔ بون اور کوپن ہیگن میں اپنے مذاکرات میں انھوں نے اسرائیل کے ظالمانہ اقدامات کی مذمت کی جو انسانی حقوق اور بین الاقوامی قوانین کی کھلی خلاف ورزی ہیں۔ یورپی ممالک اس موقف پر قائم ہیں کہ مشرق وسطیٰ میں استحکام کی شرط پر اسرائیل کو قرارداد ۲۴۲ اور ۳۳۸ کے مطابق تمام مقبوضہ علاقے خالی کر دینا چاہییں۔

اسرائیلی بھی امریکہ پر فوجی، سیاسی اور مالی حیثیت سے اپنے کلی انحصار کو مستقل اور دائم نہیں دیکھنا چاہتے۔ اگر کوئی ایسا وقت آیا کہ امریکہ کی خارجہ پالیسی پر اسرائیل کے وہ اثرات نہیں رہے جو آج ہیں، تو اسرائیل کو یورپ کی طرف دیکھنا ہوگا۔ یورپ کی کمزوری یہ ہے کہ وہ مشرق وسطیٰ میں کوئی متحدہ پالیسی نہیں اپنا سکا ہے۔ مشرق وسطیٰ کی دو بڑی قوموں کے خلاف اس کے جرائم بھی بہت واضح ہیں۔ نصف صدی قبل انھوں نے مشرق وسطیٰ کے قدیم مذہب کے حامل اپنے یورپی ساتھیوں کا نام و نشان مٹانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اور کون سا مسلمان بھول سکتا ہے کہ صرف ایک سال پہلے ایک یورپی ملک کے فوجیوں نے ان سربوں کے ساتھ شمولیت کی جنھیں سربینیکا میں ان ہزاروں معصوم جانوں کو ہلاک کرنا تھا جن کی حفاظت اس یورپی ملک کے فوجیوں کی ذمہ داری تھی۔

اس کے باوجود مشرق وسطیٰ کے بہت سے علاقوں میں یورپ کو ایک روشن خیال بین الاقوامی برادری خیال کیا جاتا ہے جس کی دوستی امریکہ کے مقابلے میں زیادہ پایدار ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ اس صورت میں نہیں ہو سکتا کہ یہی یورپ "اسلامی دہشت گردی" کے خلاف اعلان جنگ کرتا رہے۔ ہم کیوں بھول جاتے ہیں کہ عیسائیت اور یہودیت کے ساتھ ساتھ اسلام، جنوبی روس سے ترکی تک، بوسنیا سے مراکش تک ہمارے پڑوسیوں کا مذہب ہے۔

گذشتہ دنوں جب میں بیروت میں تھا' مجھے ایک شامی نوجوان نے ایک خط پہنچایا' جو اس نے پوپ پال دوم کو لکھا تھا۔ اس نے بہت احترام اور لحاظ کے ساتھ' ان سے اپیل کی تھی کہ وہ پوپ اربن دوم کی صلیبی جنگوں کی اپیل کے ۹ سو سال پورے ہونے پر مسلمانوں سے صلیبی جنگوں پر معذرت کریں۔ پوپ اربن دوم نے اپنی اس مقدس جنگ کی اپیل میں مسلمانوں کو ایک ملعون اور خدا سے بالکل برگشتہ نسل قرار دیا تھا اور اپنے علاقوں میں اس بدباطن نسل کو مٹانا ایک مقدس فریضہ قرار دیا تھا۔ اس کے نتیجے میں یورپ کے ممالک نے ۱۹۰ سال تک عربوں' مسلمانوں اور یہودیوں پر ظلم و استبداد کا بازار گرم رکھا۔ اس شامی کا کہنا تھا کہ ان مسلمانوں کی اولاد سے معذرت کے چند الفاظ ان کے جذبات کو ٹھنڈا کریں گے اور پورے علاقے میں امن کی فضا پیدا کرنے میں معاون ہوں گے۔ اس شامی کو پوپ پال دوم سے کوئی جواب نہیں ملا لیکن وہ سوچ سکتا ہے کہ یورپ نے اپنے برے بھلے کا خیال رکھا تو شاید اب دوبارہ صلیبی جنگیں نہیں ہوں گی۔

STUDY IN TASHKENT

MEDICINE:	M.D, DENTISTRY, ETC
ENGINEERING:	TEXTILE, COMPUTER, ETC
BUSINESS:	B.B.A. & M.B.A

Student Visa-Hostel
Medical Care Books provided

Economical Quality Education Medium: Russian/English
Matric, F.A., F.Sc., B.A & B.Sc. can apply

Degrees recognised in Pakistan
Admission open. First come First served

ISASCO

332-A College Road Opposite DIG House Sargodha Tel / Fax 0451-722490